فہمِ قرآن کورس

معلّم
فضیلۃ الشیخ ابونعمان بشیر احمد حفظہ اللہ

سلسلہ 1 عَمَّ (پارہ 30)

سبق 2

سُوۡرَۃُ النّٰزِعٰتِ

تعارف

1. اس سورت کے پہلے لفظ ''النازعات'' سے اس کا نام رکھا گیا ہے اور یہ سورت ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے اس لیے اسے مکی سورت کہا جاتا ہے۔
2. قرآنی ترتیب میں اس سورت کا نمبر 79 اور نزول نمبر 81 ہے۔
3. اس سورت میں 2 رکوع، 46 آیات، 181 کلمات اور 751 حروف ہیں۔
4. گزشتہ سورۃ النبا میں قیامت کے احوال کا ذکر تھا تو اس سورت میں موت کے وقت روح نکالنے اور قیامت کے ابتدائی مراحل کا ذکر کیا گیا ہے۔
5. اس سورت میں قیامت اور حشر کے اثبات کے دلائل بیان کیے گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو تسلیم کرنے والوں کیلئے دائمی کامیابی کی بشارت اور انکار کرنے والوں کے برے انجام کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس پر دلیل کے طور پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون لعنۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی اختصار سے بیان کر دیا گیا کہ اہل حق دنیا میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی، جبکہ اہل باطل دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔

اٰیاتھا ٤٦ | ٧٩ سُوۡرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ ٨١ | رکوعاتھا ٢

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آیات کا لفظی وبامحاورہ ترجمہ

وَ	النّٰزِعٰتِ	غَرۡقًا ۙ﴿١﴾	وَّ	النّٰشِطٰتِ	نَشۡطًا ۙ﴿٢﴾	وَّ	السّٰبِحٰتِ	سَبۡحًا ﴿٣﴾
قسم ہے	ان (فرشتوں) کی جو سختی سے (روح) کھینچ لینے والے ہیں	ڈوب کر	قسم ہے	ان کی جو بند کھولنے والے ہیں	آسانی سے کھولنا	قسم ہے	تیرنے والے (فرشتوں) کی	تیزی سے تیرنا

ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر سختی سے (جان) کھینچ لینے والے ہیں ① اور جو بند کھولنے والے ہیں آسانی سے کھولنا ② اور جو تیزی سے تیرنے والے ہیں آگے بڑھ کر ③

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿۷﴾

پھر جو آگے نکلنے والے (فرشتوں) کی	دوڑ کر	پھر جو تدبیر کرنے والے ہیں	کسی کام کی	جس دن	کانپے گی	کانپنے والی	پیچھے آئے گی اس کے	پیچھے آنے والی

پھر جو آگے نکلنے والے ہیں! آگے بڑھ کر ﴿۴﴾ پھر جو کسی کام کی تدبیر کرنے والے ہیں! ﴿۵﴾ جس دن ہلا ڈالے گا سخت ہلانے والا (زلزلہ) ﴿۶﴾ اس کے ساتھ ہی پیچھے آنے والا (زلزلہ) آئے گا ﴿۷﴾

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۸﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۰﴾

کئی دل	اس دن	سخت دھڑکنے والے ہونگے	ان کی آنکھیں	خوب جھکی ہوئی ہوں گی	وہ لوگ کہتے ہیں	کیا	بیشک ہم	یقیناً لوٹائے جانے والے ہیں	میں	پہلی حالت

کئی دل اس دن سخت دھڑکنے والے ہوں گے ﴿۸﴾ ان کی آنکھیں خوب جھکی ہوئی ہوں گی ﴿۹﴾ وہ لوگ کہتے ہیں کیا بے شک ہم یقینی طور پر پہلی حالت میں لوٹائے جانے والے ہیں ﴿۱۰﴾

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۱﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۲﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾

کیا	جب	ہم ہوجائیں گے	ہڈیاں	بوسیدہ	انہوں نے کہا	یہ	اس وقت	لوٹنا ہوگا	بڑا خسارے والا	چنانچہ صرف	وہ (تو)	سخت ڈانٹ (ہوگی)	ایک

کیا جب ہم بالکل بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے ؟ ﴿۱۱﴾ انہوں نے کہا یہ تو اس وقت خسارے والا لوٹنا ہوگا ﴿۱۲﴾ پس وہ تو صرف ایک ہی سخت ڈانٹ ہوگی ﴿۱۳﴾

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۴﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾

پس یک لخت	وہ لوگ	کھلے میدان میں (ہونگے)	کیا	آ چکی ہے آپ کے پاس	موسیٰ کی بات	جب	اسے پکارا	اس کے رب نے	وادی میں	مقدس	طویٰ کی

پس یک لخت وہ سب زمین کے اوپر موجود ہوں گے ﴿۱۴﴾ کیا تیرے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی ہے؟ ﴿۱۵﴾ جب ان کو ان کے رب نے مقدس وادی طویٰ میں پکارا تھا ﴿۱۶﴾

اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾

(اور کہا کہ) جاؤ	فرعون کی طرف	یقیناً وہ	سرکش ہوگیا ہے	پس (اسے) کہیے	کیا	تجھے (رغبت) ہے	اس کی کہ تو پاک ہو	اور میں رہنمائی کروں تیری	تیرے رب کیطرف	تاکہ تو ڈرے (رب سے)

(اور حکم دیا کہ) فرعون کے پاس جائیے جو کہ حد سے بڑھ چکا ہے ﴿۱۷﴾ اور (جاکر) اسے کہیں کہ تجھے پاک ہونے کی کوئی رغبت ہے؟ ﴿۱۸﴾ اور یہ کہ میں تمہارے رب کی طرف راہنمائی کروں تاکہ اس کا خوف تیرے دل میں پیدا ہو ﴿۱۹﴾

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا

پھر دکھائی اس (موسیٰ) نے اس (فرعون) کو	بہت بڑی نشانی	تو جھٹلایا اس نے	اور نافرمانی کی	پھر	وہ پلٹا	(فسادکی) کوشش کرتے ہوئے	پھر اس نے جمع کیا (سب کو)	اور پکارا	پس کہا	میں

پس موسیٰ نے اسے بہت بڑی نشانی (معجزہ) دکھائی ﴿۲۰﴾ تو اس نے جھٹلا دیا اور بات نہ مانی ﴿۲۱﴾ پھر (فرعون) واپس پلٹا (موسیٰ کے خلاف) دوڑ بھاگ کرنے کیلئے ﴿۲۲﴾ چنانچہ اس نے سب کو اکٹھا کرکے پکار لگائی ﴿۲۳﴾

رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ

تمہارا سب سے بڑا رب ہوں	چنانچہ پکڑ لیا اس کو اللہ نے	عذاب میں آخرت کے	اور دنیا کے (بھی)	بلاشبہ	اس میں	البتہ عبرت ہے بڑی	(اس) کیلئے جو ڈرتا ہے	کیا تم

میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں ﴿۲۴﴾ تو اللہ نے اسے دنیا وآخرت کے عذاب میں پکڑ لیا ﴿۲۵﴾ بے شک اس میں ڈرنے والے شخص کیلئے بہت بڑی عبرت ہے ﴿۲۶﴾ کیا

اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ۝٢٧ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝٢٨ وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝٢٩

زیادہ سخت ہو	(دوبارہ) تخلیق میں	یا آسمان؟	اس نے بنایا اسے	بلند کیا	اس کی چھت کو	پھر برابر کیا اسے	اور تاریک کیا	اس کی رات کو	اور ظاہر کیا	اس کے دن کی روشنی کو

پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ جسے (اکیلے) اللہ نے بنایا ہے ۝٢٧ اس کی چھت کو بلند کر کے اس کو برابر کر دیا ۝٢٨ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا ۝٢٩

وَ الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝٣٠ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا ۝٣١ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝٣٢

اور زمین	اس (آسمان کے) بعد	اسے بچھایا (ہموار کیا)	اس نے نکالا	اس سے	اس کا پانی	اور اس کا چارہ	اور پہاڑ	اس نے گاڑ دیا ان کو

اور اس (آسمان) کے بعد زمین کو بچھا دیا ۝٣٠ اس سے اس کا پانی اور اس کا چارا نکالا ہے ۝٣١ اور اس نے پہاڑوں کو (زمین میں) گاڑ دیا ۝٣٢

مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ ۝٣٣ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝٣٤ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ۝٣٥

بڑے فائدے کیلئے	تمہارے لیے	اور تمہارے جانوروں کیلئے	پھر جب	آجائے گی	بہت بڑی آفت (قیامت)	اس دن	یاد کرے گا	انسان	جو اس نے کوشش کی

تمہاری اور تمہارے چوپاؤں کی زندگی کے سامان کیلئے ۝٣٣ پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آجائے گی ۝٣٤ جس دن جو کچھ اس نے کوشش کی اسے یاد کرے گا ۝٣٥

وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝٣٦ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝٣٧ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٣٨ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٣٩

اور ظاہر کر دی جائے گی	دوزخ	ہر اس شخص کیلئے	جو دیکھتا ہے	اور لیکن	جو	حد سے بڑھ گیا	اور اس نے ترجیح دی	دنیا کی زندگی کو	تو بلاشبہ جہنم ہی	(اس کا) ٹھکانا ہے

اور جہنم ہر اس شخص کیلئے ظاہر کر دی جائے جو دیکھتا ہے ۝٣٦ پھر جو شخص سرکش تھا ۝٣٧ اور دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دی تھی ۝٣٨ تو اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہی ہے ۝٣٩

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝٤٠ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝٤١

اور لیکن	جو	ڈر گیا	اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے	اور اس نے روکا	اپنے نفس کو	(بری) خواہش سے	تو بیشک	جنت ہی	(اس کا) ٹھکانا ہے

جبکہ وہ شخص جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور (دنیا میں) اپنے نفس کو بری خواہشات کی تکمیل سے روک کر رکھا ۝٤٠ تو یقیناً اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے ۝٤١

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝٤٢ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝٤٣ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝٤٤

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں	قیامت کے متعلق	کب ہے	اس کا واقع ہونا؟	کس چیز میں ہیں	آپ	اس کے ذکر سے	تیرے رب کی طرف ہی	اس (کے علم کی) انتہا ہے

وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہے؟ ۝٤٢ اس کے ذکر سے آپ کس خیال میں ہے؟ ۝٤٣ تیرے رب کی طرف ہی اس کے علم کی انتہا ہے ۝٤٤

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝٤٥ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝٤٦

(تو) آپ صرف	ڈرانے والے ہیں	اس کو جو ڈرنے والا ہے اس سے	گویا کہ وہ (کافر)	جس دن	اس کو دیکھیں گے	نہیں وہ سب ٹھہرے (دنیا میں)	مگر	ایک شام	یا	اس کی صبح

آپ تو صرف ان کو ڈرانے والے ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں ۝٤٥ جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے (تو یوں محسوس کریں گے کہ) گویا وہ دنیا میں دن کا ایک پچھلا پہر یا پہلا پہر ہی ٹھہرے تھے ۝٤٦

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ (آیات 1 تا 26)

النّٰزِعٰتِ	وقتِ نزع، تنازع، تنازعات، متنازعہ علاقہ، متنازعہ فیہ
غَرْقًا	غرق، غرق شدہ، غرقآب
فَالسّٰبِقٰتِ	سبقت، سابقہ، مسابقت، سابقون اوّلون
فَالْمُدَبِّرٰتِ	تدبیر، تدابیر، تدبّر، مدبرانہ، مدبّر
تَتْبَعُهَا	تابع، اتباع، تابعی، تابعین، متّبع، تابع فرمان
الرَّادِفَةُ	ردیف، مترادف، مترادفات
قُلُوْبٌ	قلب، تسکین قلب، امراضِ قلب، انقلاب
اَبْصَارُ	بصیرت، بصارت، بصیر، تبصرہ، سمعی وبصری آلات، مبصرین
خَاشِعَةٌ	خشوع، خشیت الٰہی، خشوع وخضوع، خاشع
لَمَرْدُوْدُوْنَ	رد، مردود، تردید، تردد، ردّی، متردد، مسترد کرنا
كَرَّةٌ	مکرّر، تکرار، بحث وتکرار
خَاسِرَةٌ	خسارہ، خاسر، خائب وخاسر، خسران
زَجْرَةٌ	زجروتوبیخ، زاجر

وَّاحِدَةٌ	واحد، احد، مُوَحِّد، توحید، وحدت
نَادٰىهُ	نداء، ندائے اسلام، منادی کرنا
بِالْوَادِ	وادی کشمیر، وادی نیلم، مکہ کی وادی
الْمُقَدَّسِ	مقدس اوراق، تقدیس، بیت المقدس، ذاتِ قدس، حدیث قدسی
طَغٰى	طغیانی، طاغوت، طاغوتی قوتیں
فَاَرٰىهُ	رؤیت ہلال، مرئی اشیاء، رائی
الْكُبْرٰى	کبیر، کبیرہ گناہ، شفاعت کبریٰ، خدیجۃ الکبریٰ، کبار علمائے کرام
فَكَذَّبَ	کذب، کذاب، تکذیب، کاذب
عَصٰى	عصیان، عاصی، معصیت، معاصی، غم عاصیاں
اَدْبَرَ	دُبُر، ادبار، ادبار زمانہ، دبور کی ہوا
يَسْعٰى	سعی کرنا، مساعی جمیلہ، سعی لاحاصل
الْاَعْلٰى	سب سے اعلیٰ، وزیر اعلیٰ، عالی شان
فَاَخَذَهُ	اخذ، مؤاخذہ، ماخوذ، ماخذ

مختصر گرائمر ولغت

النّٰزِعٰتِ	جمع مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''نَزْعٌ'' (کھینچنا) اس کا واحد ''نَازِعَةٌ'' ہے۔
النّٰشِطٰتِ	جمع مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''نَشْطٌ/اِنْشَاطٌ'' (زور سے کھینچنا کہ وہ کھل جائے) اس کا واحد ''نَاشِطَةٌ'' ہے۔
السّٰبِحٰتِ	جمع مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''سَبْحٌ'' (تیرنا، آرام کرنا)
السّٰبِقٰتِ	جمع مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''سَبْقٌ'' (آگے بڑھنا) اس کا واحد ''سَابِقَةٌ'' ہے۔
الْمُدَبِّرٰتِ	جمع مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''تَدْبِيْرٌ'' (انتظام کرنا، تدبیر کرنا)
تَرْجُفُ	واحد مؤنث غائب، مضارع معلوم، مصدر ''رَجْفٌ'' (لرزنا، کانپنا)
الرَّاجِفَةُ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''رَجْفٌ'' (لرزنا، کانپنا)
تَتْبَعُهَا	واحد مؤنث غائب، مضارع معلوم، مصدر ''تَبَعٌ'' (پیچھے آنا) آخر میں ''ها'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
الرَّادِفَةُ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''رَدْفٌ'' (پیچھے آنا)
قُلُوْبٌ	یہ قَلْبٌ کی جمع ہے مراد دل ہے۔
وَّاجِفَةٌ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر، ''وَجْفٌ'' (تیزی سے حرکت کرنا)
اَبْصَارُهَا	یہ بَصَرٌ کی جمع ہے مراد آنکھ ہے اور ''هَا'' ضمیر مضاف الیہ ہے۔
خَاشِعَةٌ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''خَشْعٌ'' (جھکنا، عاجزی کرنا)
يَقُوْلُوْنَ	جمع مذکر غائب، فعل مضارع معلوم، مصدر ''قَوْلٌ'' (کہنا)
لَمَرْدُوْدُوْنَ	جمع مذکر، اسم مفعول، مصدر ''رَدٌّ'' (واپس لوٹانا) شروع میں لام تاکید کا ہے۔
عِظَامًا	یہ عَظْمٌ کی جمع ہے جس کا معنی ہے ہڈی

بِالسَّاهِرَةِ	واحد مؤنث، اسم فاعل، مصدر ''سَهْرٌ'' (نیند ختم کرنا) شروع میں ''ب'' حرف جار ہے۔
اَتٰىكَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''إِتْيَانٌ'' (آنا) آخر میں ''كَ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اِذْهَبْ	واحد مذکر، امر حاضر معلوم، مصدر ''ذِهَابٌ'' (جانا)
طَغٰى	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''طُغْيَانٌ'' (سرکشی کرنا)
فَقُلْ	واحد مذکر، امر حاضر معلوم، مصدر ''قَوْلٌ'' (کہنا) شروع میں ''ف'' عاطفہ ہے۔
اَهْدِيَكَ	واحد متکلم، فعل مضارع معلوم، مصدر ''هِدَايَةٌ'' (راہنمائی کرنا) ''كَ'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
تَخْشٰى	واحد مذکر حاضر، فعل مضارع معلوم، مصدر ''خَشْيَةٌ'' (ڈرنا)
فَاَرٰىهُ	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''إِرَاءَةٌ'' (دکھانا) آخر میں ''هُ'' ضمیر مفعول کی ہے۔
الْكُبْرٰى	واحد مؤنث، اسم تفضیل، مصدر ''كِبْرٌ'' (بڑا ہونا)
كَذَّبَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''تَكْذِيْبٌ'' (جھٹلانا)
اَدْبَرَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''إِدْبَارٌ'' (پیٹھ پھیرنا)
يَسْعٰى	واحد مذکر غائب، مضارع معلوم، مصدر ''سَعْيٌ'' (کوشش کرنا، دوڑنا)
اَخَذَ	واحد مذکر غائب، ماضی معلوم، مصدر ''أَخْذٌ'' (پکڑنا)
اُوْلٰى	أَوَّل کی مؤنث جب آخِرَةٌ کے مقابلے میں آئے تو اس سے مراد دنیا ہوتی ہے۔

تفسیر وتشریح:

قیامت کا وقوع برحق ہے

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے واقع ہونے اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر فرشتوں کی پانچ قسمیں کھائی ہیں:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱

نزع کا معنی ہے کسی چیز کو کھینچ کر نکالنا اور غرق کا معنی پوری قوت کے ساتھ نکالنا ہے۔تو معنی ہوگا: انتہائی قوت وطاقت کے ساتھ کھینچ کر نکالنے والوں کی قسم۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد فرشتے ہیں جو موت کے وقت کافروں اور باغیوں کی روحوں کو انتہائی سختی اور تکالیف کے ساتھ نکالتے ہیں جب موت کے پہلے جھٹکے کے ساتھ ہی آنکھوں کی پٹی کھلتی ہے اور آخرت کے مناظر اور انجام نظر آتا ہے تو باغی انسان کی روح جسم میں چھپنے کی کوشش کرتی ہے تو فرشتے ہر بال اور ہر ناخن کی جڑ ادھیڑ کر روح کو ایسے کھینچتے ہیں جیسے زندہ جانور کی کھال کھینچ کر اتاری جائے اور جسم کا ایک ایک خلیہ ایسے ٹوٹتا ہے جیسے باریک کپڑا کانٹوں والی جھاڑی پر پھیلا کر ایک طرف سے کھینچا جائے تو اس کا ایک ایک دھاگہ ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔

وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲

نشطٌ کا معنی ہے بندھن یا ڈھکن کھول دینا۔ یہ فرشتوں کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے معنی یہ ہوگا کہ ان فرشتوں کی قسم جو مومنوں کی جان انتہائی نرمی وآسانی سے نکالتے ہیں جیسے مشکیزہ کا بندھن کھول دیا جائے تو پانی آسانی سے بہہ جاتا ہے یا غبارے کی گرہ کھول دی جائے تو ہوا آسانی سے نکل جاتی ہے جب مومن کا دورِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف جانے کا وقت آتا ہے تو فرشتے ان الفاظ سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ۝۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝۲۹ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۳۰ (سورۃ الفجر:27_30)

’’اے اطمینان والی جان! اپنے رب کیطرف لوٹ آ، تو راضی ہونے والی پسندیدہ ہے، پھر تو میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔‘‘

یہ بشارت سن کر پاکیزہ روح فوراً سے پہلے نکلنے کی کوشش کرتی ہے اور اسے وقت نزاع کی تکالیف کا بھی احساس نہیں ہوتا۔ مجرموں کی جان سختی کے ساتھ اور مومنوں کی نرمی کے ساتھ نکالنے سے مراد روحانی کیفیت ہے یعنی مجرموں کی روح کو انتہائی شدت اور تکلیف کے ساتھ نکالا جاتا ہے جس کا احساس صرف اسی کو ہوتا ہے اس کی خبر وہ دوسروں کو نہیں دے سکتا۔ اور اسی طرح مومن کی روح آسانی سے نکالی جاتی ہے جس کی راحت کا احساس صرف اُسی کو ہوتا ہے البتہ جسمانی کیفیت اس سے مختلف بھی ہوسکتی ہے بعض مجرموں کی جان نکلتے وقت دیکھنے والوں کو جسمانی تکلیف محسوس نہ ہو اور مومن کی روح نکلتے وقت جسم پر تکلیف کے آثار وعلامات نظر آسکتے ہیں۔

وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴

سبحٌ کا معنی ہے تیرنا اور سبقٌ کا معنی آگے بڑھنا ہے، اس جگہ فضا میں تیز رفتاری سے چلنا مراد ہے۔ یہ فرشتوں کی تیسری اور چوتھی صفت بیان کی گئی ہے کہ نیک یا بد روح لیکر یا دیگر احکام الٰہی لیکر تیز رفتاری سے فضاؤں میں اڑتے جاتے ہیں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ روح کو اس کے ٹھکانے پر پہنچائیں اور احکام الٰہی کی تکمیل کرپائیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵

یہ پانچویں صفت بیان کی گئی ہے کہ ان فرشتوں کی قسم جو دین ودنیا کے ان تمام معاملات کی احسن انداز میں نظم وتدبیر کرتے ہیں کہ نیک روحوں کو علیین (عالی مرتبہ لوگوں کی جگہ) اور بدروحوں کو سجین (مجرموں کا دائمی قید خانہ) میں پہنچادیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ قسمیں اٹھا کر جس حقیقت کو واضح کیا ہے وہ کس قدر حتمی ویقینی ہوگی حالانکہ اگر وہ بغیر قسم کے بھی بیان فرماتا تو کسی کو شک کی مجال نہ تھی چونکہ پہلے مخاطب اہل مکہ حشر ونشر کے منکر تھے اس لیے متعدد قسمیں اٹھا کر یقین دلایا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس کی چاہے قسم کھا سکتا ہے لیکن مخلوق پابند ہے کہ صرف اپنے خالق ومالک کی قسم کھائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ کسی غیر کی قسم کھانا جائز نہیں۔ (صحیح بخاری:6646)

ان قسموں کا جواب قسم محذوف ہے ’’لَتُبْعَثُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ‘‘ تم ضرور اور یقینی طور پر اٹھائے جاؤ گے‘‘۔ یعنی فرشتے جس اللہ کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں، نہایت تیزی سے کائنات میں نقل وحرکت کرتے ہیں اور کائنات کے معاملات کی تدبیر کرتے ہیں اسی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کائنات کے نظام کو ختم کرکے دوبارہ ازسرِ نو بنایا بھی جاسکتا ہے جس طرح تم موت کے سامنے بے بس ہو اور اس کا انکار نہیں کرسکتے اسی طرح دوبارہ اٹھنے اور حساب وکتاب دینے کا بھی انکار نہ کرسکو گے۔

قیامت کی ہولناکیاں

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷

رجفٌ کا معنی زور سے حرکت کرنا الرَّاجِفَةُ سے مراد قیامت کے دن پہلی مرتبہ صور میں پھونکا جانے سے واقع ہونے والا سخت زلزلہ ہے۔ جس کی وجہ سے زمین وآسمان کا تمام نظام اور ہر ذی روح فنا ہوجائے گی اور تمام زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی پھر ایک لمبی مدت کے بعد دوسرا صور میں پھونکا جائے گا جس سے تمام لوگ زندہ ہوکر میدانِ محشر میں اکٹھے ہوجائیں گے ’’اَلرَّادِفَةُ‘‘ سے مراد دوسرے نفخہ (صور) سے برپا ہونے والا زلزلہ ہے۔

قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹

قیامت کی ہولناکی اور سختی کو دیکھ کر کافروں اور ظالموں کے دل کانپ رہے ہوں گے، زندگی بھر کے کرتوت سامنے ہوں گے اور ذلت ورسوائی کی وجہ سے نظریں جھکی ہوئی ہونگی، دلوں اور آنکھوں کی کیفیت بیان کرنے سے ان کی ظاہری وباطنی حالت کی مکمل تصویر سامنے آگئی ہے مزید بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی لیکن اہل ایمان کو کسی

قسم کی پریشانی وگھبراہٹ نہ ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ (الانبیاء:103)

''(اس دن) سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہیں کرے گی۔''

يَقُولُونَ ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾ ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿١١﴾ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿١٢﴾ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ ﴿١٤﴾

اَلْحَافِرَةُ کا معنی کھودا ہوا گڑھا یا پہلی حالت پر واپس آنے والا۔ مطلب یہ ہے کہ جب منکرین قیامت کو کہا جاتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ پھر زندہ کیئے جاؤ گے اور اپنے اعمال کا نتیجہ پاؤ گے تو وہ تعجب سے کہتے ! کیا ہم قبر کے گڑھے میں پہنچ کر پھر زندگی کی طرف واپس کیئے جائیں گے اور بوسیدہ ہڈیوں میں دوبارہ زندگی ڈال دی جائے گی اور استہزاء کے انداز میں کہتے ہیں کہ اگر واقعی دوبارہ زندہ کئے گئے تو یہ ہمارے لیے بہت نقصان دہ اور خسارے والی بات ہوگی، جس طرح یہ اعتراض زمانہ جاہلیت کے جہلاء اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے تھے اسی طرح آج بھی مادہ پرست اور روحانیت سے ناآشنا لوگ اس طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور طرح طرح کے عقلی دلائل دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

منکرین کا جواب یہ دیا گیا کہ تمہارا اٹھایا جانا تمہیں کتنا ہی ناممکن دکھائی دے لیکن اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے اس کی طرف سے صور میں صرف ایک پھونک پڑنے کی دیر ہے کہ سب قبروں سے نکل کر حاضر ہو جائیں گے۔

اَلسَّاهِرَةُ: کا لفظ سھر (جاگنا) سے مشتق ہے جس کا معنی ہے زمین کا اوپر والا حصہ کیونکہ اسی پر انسان کا جاگنا اور سونا ہے چٹیل میدان اور صحرا کو بھی ''اَلسَّاهِرَةُ'' کہتے ہیں کیونکہ وہاں بھی خوف کی وجہ سے انسان بیدار رہتا ہے۔(فتح القدیر)

رسول اللہ ﷺ کو تسلی و تشفی

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿١٥﴾

قیامت اور اس کے منکرین کے ذکر کے ساتھ ہی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا تذکرہ کر دیا اس سے ایک تو آپ ﷺ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ ان کافروں کے انکار پر پریشان نہ ہوں آپ سے پہلے لوگوں نے بھی رسولوں کی تکذیب کی تھی تو آخر کار اہل حق کو کامیابی ملی اور اس میں منکرین کو زجر و توبیخ بھی کی جارہی ہے کہ جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرنے والے فرعونیوں کا برا انجام ہوا اگر تم بھی اسی ڈگر پر رہے تو تمہارا انجام بھی بہت برا ہوگا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عطائے نبوت اور تبلیغ کا حکم

إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٦﴾

طویٰ ایک مقدس وادی ہے جو کوہِ طور کے دامن میں واقع ہے اور مدین سے مصر جاتے ہوئے راستے میں آتی ہے اسی جگہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے نوازا گیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا اور یہ حکم دیا:

اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿١٧﴾

فرعون کے دربار میں جاکر اسے سمجھائیں کیونکہ وہ بہت باغی بنا ہوا ہے، طغی کا لفظ طغیان سے مشتق ہے جس کا معنی ہوتا ہے سرکشی و بغاوت میں حد سے بڑھ جانا۔ جو شخص کسی کا حکم نہ مانے بلکہ مقابلہ پر اُتر آئے تو اُسے ''طاغی'' اور اردو میں ''باغی'' کہتے ہیں۔ فرعون کی پوری زندگی کا کردار اس جملے میں بیان کر دیا کہ (إِنَّهُ طَغَىٰ) اس کی بغاوت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا رب ہونے کا لقب دیئے بیٹھا تھا اور دوسری طرف بنی اسرائیل کے معصوم بچوں کو ذبح کر دیتا تھا (شاید آج کے اسرائیل نے مسلمانوں کے بچوں کو ذبح کرنے کا طریقہ فرعون سے ہی سیکھا ہو اور فرعون کے ظلم کا انتقام مسلمانوں سے لیا جا رہا ہو)۔

فرعون جیسے متکبر اور بد دماغ کو نصیحت کرنا یقیناً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے بہت کڑی آزمائش تھی کیونکہ کچھ سال قبل دوران صلح اتفاقاً فرعونیوں کا ایک آدمی سیدنا موسیٰ کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا اور فرعونی پارلیمنٹ میں آپ کے قتل کے فیصلے ہو رہے تھے اور اطلاع ملنے پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام مدین علاقہ کی طرف چلے گئے تھے اور اب آٹھ یا دس سال بعد واپس آبائی علاقہ مصر کی طرف آرہے تھے ایسے حالات میں فرعون کے دربار میں جاکر حق کی آواز بلند کرنا بہت مشکل معاملہ تھا لیکن اس کے باوجود سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حق بات کا صرف ابلاغ ہی نہیں بلکہ ابلاغ کا حق ادا کر دیا اور قوم کی خیرخواہی کرنے والے مبلغین کو درس دیا کہ حق کے ابلاغ کیلئے حالات کے سازگار ہونے کے انتظار میں نہ بیٹھے رہیں بلکہ اخلاص و محنت کے ساتھ میدان میں اتریں پھر نتیجہ وہ نکلے گا جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے حق میں نکلا تھا۔

فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَأَهْدِيَكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ﴿١٩﴾

ان آیات میں وعظ و تبلیغ کا طریقہ بتلایا کہ اگرچہ فرعون باغی اور اکڑ باز ہے لیکن آپ نے انتہائی نرم لہجے اور ہمدردانہ انداز میں بات کرنا ہوگی اس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ کی بات سننے پر آمادہ ہو جائے چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے تعلیماتِ الٰہی کے مطابق نہایت نرم اور دلنشین انداز میں سمجھایا کہ کیا تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ اس تکبر و سرکشی کے رویہ سے باز آکر اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور صاف ستھری زندگی اپنا کر دارین کی سعادتیں حاصل کر لو ورنہ اس کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ عہدہ و حکومت کی نعمت چھیننے پر بھی قادر ہے جو آج تخت پر بیٹھے ہیں وہ ان کو کل تختہ پر لٹکا سکتا ہے جو آج محلات میں سکون پذیر ہیں وہ ان کو خیمہ مانگنے والوں کی لائن میں بھی کھڑا کر سکتا ہے اس لیے میں تیرے رب کا راستہ دکھلا رہا ہوں، اب بھی وقت ہے کہ اس سے ڈر جا، اس کا شریک بننے اور بندوں پر ظلم کرنے سے رک جا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کو درس دیا کہ ہمیشہ مثبت اور نرم اسلوب اختیار کیا جائے، اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کی بجائے پھول سے دیا جائے اگر اوصاف حمیدہ میں کمال حاصل نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک درخت کے وصف کو تو اپنا لو

کہ لوگ اسے پتھر ماریں اور وہ آگے سے پھل گرائے۔ گلاب کے پھول سے ہر ایک کو محبت ہے لیکن انسان سے ہر ایک کو محبت کیوں نہیں؟ یقیناً یہی وجہ ہوگی کہ گلاب کا پھول مالی کو خوشبو دیتا ہے تو شاخ سے توڑ کر مسل دینے والے کو بھی خوشبو دیتا ہے اس کی اس خوبی نے اس کے کانٹوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اور اسے ہر ایک کی نظر میں محبوب بنا دیا ہے اگر انسان بھی پھول کی اس خوبی کو اپنا لے کہ ہر ایک کو خوشبو دینی ہے تو یقیناً دنیا اور آخرت میں محبوب بن سکتا ہے۔

فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت اور رسالت کی صداقت کیلئے ایک بہت بڑی نشانی دکھلائی کہ اپنی لاٹھی کو زمین پر پھینکا تو بہت بڑا سانپ بن گئی اور دوبارہ ہاتھ لگایا تو پھر لاٹھی بن گئی اگر ''الآیۃ'' کو واحد کی بجائے جنس مان لیں تو دوسرا معجزہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ نکالا تو چاند کی طرح روشن ہوکر چمکنے لگا (جس طرح سورت میں وضاحت ہے۔)

یہ معجزے دیکھ کر فرعون اور اس کی کابینہ کو یقین تو ہو چکا تھا کہ یہ واقعی حق پر ہے لیکن یہ تسلیم کرنے پر ان کو اپنے عہدے اور مفادات خطرے میں محسوس ہو رہے تھے ان کو مطاع کی بجائے مطیع بنتا نظر آتا تھا جو انہیں کسی صورت میں بھی قبول نہ تھا جس کی وجہ سے واضح حق کا انکار ہی نہیں بلکہ مقابلہ کرنے کی ٹھان لی (براہو ایسی سیاست وقیادت کا جس نے ہزاروں حق جاننے والوں کو انکار پر آمادہ کردیا) اور فرعون نے اپنے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے یہ چال چلی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو کا کرشمہ قرار دیا اور مقابلہ کے لیے جادوگروں کا لشکر اکٹھا کرلایا اور عوام کو جمع ہونے کی بھی ترغیب دی جب بہت بڑا اجتماع اکٹھا ہوگیا تو فرعون نے ڈھینگ مارتے ہوئے اعلان کردیا کہ سب سے بڑا رب میں ہوں، وہ نہیں جو موسیٰ بتلاتا ہے (جیسے سورۃ زخرف میں بیان کیا گیا ہے) اور عوام تو کالأنعام ہوتی ہے جو سیاسی لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والے ہوتے ہیں وہ کیونکر ان کی مخالفت کرسکتے ہیں، انہوں نے تو ایک ''زندہ باد'' کا نعرہ یاد کیا ہوتا ہے جب حکمران اور عوام دونوں حق اور اہل حق کے خلاف ایکہ کرلیں تو پھر ذات حق جلد ہی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیتی ہے۔

ظالم کا انجام

فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾

سیدنا موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ظلم وستم سے تنگ آکر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم کو راتوں رات مصر سے لے کر نکل گئے جب فرعون کو پتا چلا وہ بھی فوج لیکر تعاقب کیلئے نکلا اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے بحر قلزم میں راستے بنا دیئے جس سے وہ خیر سلامتی کے ساتھ عبور کرگئے اور جب فرعونیوں نے اس میں قدم رکھے تو دوبارہ پانی جاری کردیا یہ تو دنیا کی سزا تھی کہ فرعون مع لشکر تباہ وبرباد ہوا اور ہمیشہ کیلئے لعنتوں کے مستحق بن گئے اور آخرت میں بھی شدید ترین عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

اس ایک واقعہ میں ہر انسان کیلئے سامان عبرت ہے جو گرفت الٰہی سے بچنا چاہتا ہے کہ فرعون جیسے متکبر بادشاہ جسے اپنی طاقت، فوج اور اسباب پر بہت اعتماد تھا وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکا اور آخرکار دارین کی ذلت ورسوائی ملی اگر کوئی اس کی نقال کرے گا تو وہ بھی عذاب الٰہی سے بچ نہ سکا۔ اور اہل حق کیلئے بھی درس ہے کہ راہ حق میں مشکلات وآزمائش آتی ہیں اور یہ آزمائشیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی علامت نہیں ہوتیں بلکہ اہل حق کے درجات کی بلندی کیلئے ہوتی ہیں آخرکار دنیا میں ہی حق والوں کو فتح ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ (صحیح البخاری، حدیث:5645)

''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر وبرکت کا ارادہ کرتا ہے، اسے مصائب وآلام میں مبتلا کردیتا ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کو کوئی مرتبہ دینے کا فیصلہ کرلیتا ہے جسے وہ اپنے عمل کے ذریعے حاصل نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ اسے بیماری، پریشانی یا مالی نقصان میں مبتلا کردیتا ہے وہ بندہ صبر کرکے اس مرتبہ کو حاصل کرلیتا ہے۔ (مسند احمد، جلد:5، ص:272)

اردو میں مستعمل قرآنی الفاظ (آیت 27 تا 46)

اَشَدُّ	شدید، شدت، اشد، شدائد
خَلْقًا	خلق، خلقت، خلائق، تخلیق، مخلوق، خالق
رَفَعَ	رفع، رفع الیدین، رفیع الشان، رفع حاجت، رفعت، مرفوع القلم
بَنٰىهَا	بنانا، بناء رکھنا، بنایا
فَسَوّٰىهَا	مساوی، مساوات، تساوی، تسویہ
لَيْلَهَا	لیل ونہار، لیلۃ القدر، قیام اللیل
اَخْرَجَ	اخراج، خروج، خارج، مخرج، وزیر خارجہ

الْجِبَالَ	جبل رحمت، جبل احد، جبل نور
مَتَاعًا	مال ومتاع، متاع دنیا، تمتع، متمتع، متاع کارواں
يَتَذَكَّرُ	ذکر، تذکرہ، مذاکرہ، ذاکر
اٰثَرَ	ایثار وقربانی، انصار کا ایثار کرنا
خَافَ	خوف وہراس، خائف، بے خوف وخطر، خوفناک
مَقَامَ	مقام ومرتبہ، قیام، مقیم، اقامت
النَّفْسَ	ہر نفس، نفسا نفسی کا عالم، نظام تنفس

الْمَأْوٰى	ملجا وماوی
يَسْـَٔلُوْنَكَ	سوال، سوالات، مسائل، مسؤول، سوالیہ نشان
مِنْ	منجانب، من جملہ، من حیث القوم
مُنْتَهٰهَا	انتہاء، منتہی، نہایت، متناہی، لامتناہی

يَّخْشٰهَا	خشیت، خشیت الٰہی، خشوع
يَوْمَ	یوم آزادی، یوم تکبیر، یوم آخرت، یوم حساب
اِلَّا	اِلا ماشاءاللہ، اِلا قلیل، اِلا یہ کہ
عَشِيَّةً	عشائیہ، نماز عشاء، وقت عشاء

مختصر گرائمر ولغت (آیات 27 تا 46)

اَشَدُّ	واحد مذکر، اسم تفضیل، مصدر ''شِدَّةٌ'' (سخت ہونا، باندھنا)
بَنٰهَا	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''بِنَاءٌ'' (بنانا) آخر میں ''هَا'' مفعول بہ ہے۔
رَفَعَ	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''رَفْعٌ'' (بلند کرنا، اُٹھانا)
فَسَوّٰىهَا	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''تَسْوِيَةٌ'' (برابر کرنا، درست کرنا) شروع میں ''ف'' عاطفہ ہے اور آخر میں ''هَا'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اَغْطَشَ	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''اِغْطَاشٌ'' (تاریک کرنا)
دَحٰىهَا	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''دَحْوٌ'' (بچھانا، ہموار کرنا) اور آخر میں ''هَا'' ضمیر مفعول بہ ہے۔
اَرْسٰىهَا	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''اِرْسَاءٌ'' (گاڑ دینا) اور آخر میں ''هَا'' ضمیر مفعول بہ ہے۔

جَآءَتْ	واحد مؤنث غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''مَجِيْءٌ'' (آنا)
يَتَذَكَّرُ	واحد مذکر غائب، فعل مضارع معلوم، مصدر ''تَذَكُّرٌ'' (یاد کرنا)
بُرِّزَتْ	واحد مؤنث غائب، فعل ماضی مجہول، مصدر ''تَبْرِيْزٌ'' (ظاہر کرنا)
يَرٰى	واحد مذکر غائب، فعل مضارع معلوم، مصدر ''رُؤْيَةٌ'' (دیکھنا)
اٰثَرَ	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''اِيْثَارٌ'' (ترجیح دینا)
خَافَ	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''خَوْفٌ'' (ڈرنا، گھبرانا)
نَهَى	واحد مذکر غائب، فعل ماضی معلوم، مصدر ''نَهْيٌ'' (روکنا، منع کرنا)
مُنْذِرُ	واحد مذکر، اسم فاعل، مصدر ''اِنْذَارٌ'' (ڈرانا)
لَمْ يَلْبَثُوْٓا	جمع مذکر غائب، فعل جحد معلوم، مصدر ''لَبْثٌ'' (ٹھہرنا)

تفسیر وتشریح:

دوسری زندگی پر شبہات کا رد

اس سورت کے نزول کے وقت منکرین کا بڑا انکار واعتراض قیامت کے دن اور دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کا تھا سورت کے آغاز میں فرشتوں اور ان کے امور کا تذکرہ بطور دلیل بیان کیا کہ جس ذات نے اتنی طاقت والے فرشتوں کو پیدا کیا کہ ایک موت والا فرشتہ آن واحد میں مشرق ومغرب اور شمال وجنوب میں بیٹھے آدمی کی روح قبض کرلیتا ہے اور کوئی انسان انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام کو سات سو پر دیتے ہیں اور ایک ہی پر مشرق ومغرب کو گھیر لیتا ہے اسی طرح اربوں کھربوں فرشتے پیدا کئے جو اس کے سامنے دم بھی نہیں مار سکتے تو کیا انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھالینا اس کے لیے مشکل ہے؟ اگر فرشتوں کے اجسام نظر آنے کی وجہ سے یقین نہیں آتا تو اپنے اردگرد چہار سو پھیلے ہوئے اس کی قدرت کے شاہکار دیکھو۔

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰهَا ﴿27﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿28﴾

کیا تخلیق میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان جسے اس نے بنایا اس کی چھت کو بلند کیا اور بالکل ہموار بنادیا اس کائنات کے مقابلے میں زمین کی حیثیت ایسے فرض کریں جیسے جسم کے مقابلہ میں آپ کے قمیص پر لگے ایک بٹن کی حیثیت ہے اور پھر بٹن کے چار حصے کریں تو چوتھے حصے کے برابر خشکی ہے پھر اس چوتھائی حصے خشکی پر سات براعظم ہیں جن میں سے ایک براعظم ایشیا ہے اس براعظم پر بہت سے ممالک ہیں جن میں سے ایک چھوٹا سا ملک پاکستان ہے جس کے چار صوبے ہیں ان میں سے ایک صوبہ وہ ہے جس کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اور اس صوبہ میں بہت سے اضلاع ہیں اور ہر ضلع کی کئی تحصیلیں ہیں اور ہر تحصیل کے تحت بہت سے شہر، قصبات اور دیہات ہیں اور ہر شہر وقصبہ کی بہت سی اراضی ہیں اور ان میں سے ایک چھوٹا سا آپ کا ادارہ ہے جس میں بہت سارے افراد کام کرتے ہیں ان افراد میں سے ایک میں اور تُو ہیں۔ اب کائنات کے مقابلے میں، میں اور تو کی کیا حیثیت ہے؟ جو خالق و مالک اس کائنات جیسی بے شمار کائناتوں کو پیدا کرکے ایک مرتب اور منظم انداز میں چلا رہا ہے تو اس کے لیے انسان کو مار کر دوبارہ زندہ کرنا مشکل ہے؟؟

کیا ہی خوب فرمایا:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (المؤمن:57)

''آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے، لیکن (یہ اور بات ہے کہ) اکثر لوگ بے علم ہیں''۔

پھر بغیر کسی ستون کے اتنا وسیع وعریض آسمان بلند کیا کہ آج تک اس کے طول وعرض اور بلندی کو کسی جہاز کی اڑان نہ پاسکی اور نہ کسی کیلکولیٹر میں اتنے ہندسے آسکتے ہیں جو اس کی پیمائش کا تخمینہ بتلاسکیں، ماہرین فلکیات کا حال تو یہ ہے کہ ستاروں کی بلندی بتلانے کے لیے نوری سالوں کا سہارا لینا پڑا جب کہ آسمان، ستاروں سے کھربوں میل دور ہے پھر اس آسمان دنیا سے بڑے اور بلند اور آسمان بھی بنادیئے اور آسمان کی چھت اور حسن ترتیب میں فرمایا ''فَسَوّٰىهَا'' کہ اوپر اور نیچے والی سطح ایسی ہموار کہ ایک سینٹی میٹر کا سوواں حصہ کا بھی فرق نہیں اور کسی جگہ کوئی پیوند اور جوڑ بھی نظر نہیں آسکتا جیسے فرمایا:

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (الملک:3)

''تم رحمٰن کی تخلیق میں کسی قسم کا فرق نہیں دیکھ سکو گے۔''

وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿٢٩﴾

اس آیت میں بھی اللہ کی عظیم قدرت وطاقت کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے لیل ونہار کا سلسلہ جاری کردیا ہے اگر وہ زمین کی گردش کو بند کردے اور دنیا کے ایک حصے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اندھیرا اور دوسرے حصہ میں سورج کی تپش رہے تو تمہاری زندگی کیسی ہوگی ؟ تو کوئی حاکم ومحکوم ایسا ہے جو زمین کی گردش کو چالو کرکے دن رات کا نظام چلا سکے؟ جو ذات زمین، سورج اور ملکی وے (Milky way) میں بہت سے نظام شمس کو انتہائی مرتب ومنظم انداز میں چلا رہا تھا تو اس کے لیے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا مشکل ہے۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿٣٠﴾

زمین کو بچھا دینے کے لیے لفظ ''دَحٰی'' استعمال کیا ہے جس کا معنی کسی چیز کو ہموار کرکے بچھا دینا اور ''اُدْحُوَّۃٌ'' شتر مرغ کے انڈے کو بھی کہتے ہیں تو مفہوم یہ بنا کہ جس طرح شتر مرغ اپنا انڈہ ریت میں جما کر رکھ دیتا ہے تا کہ اس سے زندہ چوزہ نکل سکے، اس طرح اللہ نے زمین کو بیضوی شکل میں بنا کر خاص زاویہ پر رکھ دیا اور پہاڑوں کی گرفت سے غیر فطری حرکت بند کرکے اضطراب ختم کردیا اور پھر پانی کے ذریعہ زندہ نباتات کو نکال دیا اور اس پانی ونباتات کے ساتھ تمہاری زندگی معلق کردی۔ زمین سے نکلنے والی عمدہ نباتات تمہارے لیے اور بچی کچھی زائد اور ردّی تمہارے مویشیوں کے لیے بنادی تا کہ مویشیوں سے بے شمار فوائد بھی حاصل کرو اور زائد نباتات کے گلنے سڑنے کی کراہت سے بھی بچ سکو۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جگہ آسمان بنانے کے بعد زمین بچھانے کا ذکر فرمایا ہے جبکہ سورۃ البقرۃ آیت 29 اور سورۃ حم السجدۃ آیت 9 تا 12 سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمین پیدا کی گئی اور بعد میں آسمان۔ اس ظاہری تعارض کا حل اہل علم نے مندرجہ ذیل بیان کیا ہے:

⑰ پہلے زمین بنائی گئی پھر آسمان بنائے گئے البتہ زمین کو بچھانے اور اس میں پانی، سبزہ اور پہاڑوں کا سلسلہ قائم کرنا بعد میں ہوا ہے۔ (تفسیر طبری، ص:92، جلد:24، حدیث:36633)

⑱ پہلے آسمان کو دھوئیں کی شکل میں پیدا کیا، پھر زمین کو پیدا کیا اور زمین میں پانی، سبزہ اور پہاڑوں کا اندازہ مقرر کیا اور پھر آسمان کو جو دھوئیں کی شکل میں تھا انہیں موجودہ آسمانوں کی شکل میں بنا کر بلند کردیا پھر زمین کو بچھا کر اس میں پانی، چارہ اور پہاڑوں کا سلسلہ قائم کردیا۔ (تفسیر قرآن عزیز، سورۃ النازعات)

⑲ سورۃ نازعات میں زمین وآسمان کی ترتیب زمانی بیان نہیں کی گئی بلکہ ترتیب بیانی ہے یعنی موقع کی مناسبت سے پہلے اہم چیز کا ذکر کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد دوسری چیز کا مطلب پہلی چیز کے بعد دوسری چیز کا، ذکر ہوتا ہے ایسے موقع پر ''بعد'' کا لفظ ''مع'' کے معنی میں ہوتا ہے۔

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿٣١﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿٣٢﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٣﴾

اس نے زمین سے پانی اور چارہ نکالا، حیوانات اور نباتات کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے جس کے بغیر ان کی زندگی ممکن نہیں ہے۔ جیسے فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء:30)

''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی ہے۔''

اس لیے اس نعمت کو اتنا عام اور آسان کردیا کہ ہر ایک بآسانی حاصل کرسکتا ہے جس جگہ آپ سکونت پذیر ہیں اس جگہ زمین میں سوراخ کریں تو آپ کو عمدہ پانی میسر آئے گا، اگر کہیں پانی کڑوا یا زیادہ گہرائی میں ہے تو وہاں پانی کے دیگر اسباب عطا کردیئے اور پھر اسی پانی کے ذریعہ نباتات اُگا دیئے جس سے غذا بھی حاصل ہوتی ہے اور آکسیجن بھی اور اس متحرک ومضطرب زمین پر پہاڑوں کو کیلوں کی طرح گاڑ کر ساکن کردیا تا کہ انسان سکون سے زندگی بسر کرسکے نیز پہاڑوں کو بے شمار نباتات معدنیات سے مالا مال بھی کردیا۔ مختصر یہ کہ کل کائنات کو انسان کی خادم بنادیا جو ہمہ وقت مختلف انداز میں اس کو منفعت پہنچانے میں مصروف ہیں تو کیا ان انعامات کے صحیح اور غلط استعمال کا اور ان نعمتوں کے شکر ادا کرنے اور ناشکری کرنے کی پوچھ گچھ کرنے کا کوئی وقت نہیں ہے؟ یقیناً ہے اور وہ قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جمع ہونے کا وقت ہے، جسے قیامت کا دن کہا جاتا ہے۔

قیامت کا ہیبت ناک وقوع

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾

اَلطَّآمَّةُ سے مراد ایسی بڑی آفت جو دوسری تمام مصیبتوں پر حاوی ہوجائے اور اَلْكُبْرٰى اسم تفضیل ہے جس کا معنی ہے سب سے بڑی۔ یہ بڑی آفت کو مزید نمایاں کرنے کے لیے تاکید کے انداز میں آیا ہے اور مراد ہے قیامت کا دن، اس دن کی خوفناک وہیبت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ بھی ''اَلطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى'' کا نام دے حالانکہ کل کائنات اس کے ہاں ہتھیلی پر رکھے ہوئے رائی کے دانے کے برابر ہے اگر دو تیز رفتار ریل گاڑیوں کا ٹکراؤ ہوجائے یا دو تیز رفتار اڑتے ہوئے جہازوں کا ٹکراؤ ہوجائے تو کس قدر تباہی ہوتی ہے پھر جب

ہزاروں میل فی منٹ کی رفتار سے چلنے والے لاکھوں سیارے وستارے آپس میں ٹکرا دیئے جائیں تو کائنات کا کیا منظر ہوگا؟ یقیناً وہ بہت بڑی آفت وتباہی ہوگی۔

یَوۡمَ یَتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ مَا سَعٰی ﴿۳۵﴾

قیامت کے دن ہر انسان کو اس کی زندگی بھر کے اعمال تحریری صورت میں بھی اور ویڈیو کی صورت میں سامنے کر دیئے جائیں گے، جن شجر وحجر کی اوڑھ میں کام کیئے وہ بھی شہادت دیں گے حتی کہ اپنے اعضاء بھی گواہی دیں گے تو ہر ہر عمل انسان کے سامنے آنے پر یاد آتا جائے گا کہ فلاں وقت، فلاں جگہ، فلاں کام کیا تھا اور اس وقت انکار کی مجال بھی نہ ہوگی جیسے کیمرے کی تیار کردہ مووی چلا دینے پر انکار ممکن نہیں ہوتا۔

وَ بُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِمَنۡ یَّرٰی ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَ اٰثَرَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الۡجَحِیۡمَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۳۹﴾

گمراہ اور ظالم لوگوں کے لیے جہنم بالکل قریب کر دی جائے گی کہ یہ تیری بغاوتوں وسرکشیوں کا نتیجہ ہے اور دنیا کی رنگ رنگیلی اور خواہشات کو آخرت پر ترجیح دے دینے کا ثمرہ ہے اور جس جہنم کا مذاق اڑایا کرتا تھا آج وہی جہنم تیرا ٹھکانہ ہوگا۔

وَ اَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَہَی النَّفۡسَ عَنِ الۡہَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الۡجَنَّۃَ ہِیَ الۡمَاۡوٰی ﴿۴۱﴾

وہ انسان جس نے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھا اور تعلیماتِ الٰہی کے مطابق اپنے آپ کو صراط مستقیم پر چلائے رکھا کیونکہ اس کو دربار الٰہی میں حاضری کا مکمل یقین تھا اور اس کے لیے تیاری میں رہا تو ایسے قدوسی لوگوں کے انتظار میں جنت بے تاب ہے جس میں تصور سے بالاتر انعامات کے ساتھ ساتھ لامتناہی زندگی بھی میسر ہوگی اور بیماری وبڑھاپے کا تصور تک نہ ہوگا۔

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرۡسٰہَا ﴿۴۲﴾ فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِکۡرٰىہَا ﴿۴۳﴾ اِلٰی رَبِّکَ مُنۡتَہٰىہَا ﴿۴۴﴾

جس وقت رسول اکرم ﷺ نے پیغامات الٰہی پہنچائے اور ان کو اپنانے اور انکار کرنے والوں کا انجام بھی بتلایا تو منکرین نے انکار اور استہزاء کے لیے طرح طرح کی ٹھ حجتیاں شروع کر دیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ جناب! قیامت کے بارے میں تم نے بار بار وعدے اور وعیدیں سنائی ہیں، ذرا یہ تو بتلاؤ کہ وہ سال کے کس ماہ کی کونسی تاریخ کو آئے گی ہم تو انتظار کرتے کرتے تھک چکے ہیں....تو اس کا جواب دیا گیا کہ کیا یہ لوگ قیامت کے وقوع کے بارے میں سوال کرتے ہیں؟

مُرۡسٰہَا مصدر ہو تو معنی ہوگا "اس کے واقع ہونے کا سوال کرتے ہیں"۔ اگر ظرف ہو تو معنی ہوگا "اس کے واقع ہونے کے وقت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔"

منکرین ومخالفین کا یہ سوال انتہائی کم عقلی پر مشتمل تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس بات کا دعویٰ ہی نہ کیا تھا کہ قیامت کے واقع ہونے کا مقررہ وقت مجھے معلوم ہے جب کبھی دعویٰ نہ کیا تھا تو دلیل کا مطالبہ کیسے؟ البتہ آپ نے مجرموں کے انجام اور قیامت کے دن ان کو پیش آنے والے احوال کا ذکر کیا تھا اور وہ بے شمار عقلی ونقلی دلائل سے ثابت بھی کر دیا تھا۔ باقی رہا قیامت کے واقع ہونے کی معین تاریخ تو اس کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو بھی نہیں ہے حتی کہ جبرائیل علیہ السلام کے سوال کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا تھا "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" اس کے بارے میں مسؤل کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔" (بخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر:50، صحیح مسلم، حدیث نمبر:9)

اس لیے فرمایا:

فِیۡمَ اَنۡتَ مِنۡ ذِکۡرٰىہَا یعنی جب آپ کو خود ہی اس کا مقررہ وقت معلوم نہیں ہے تو آپ کسی اور کو اس کے بارے میں کیا بتائیں گے اور آپ کا اس کے ذکر سے تعلق ہی کیا ہے، وہ تو تیرے رب کا معاملہ ہے اس کی انتہا تو تیرے رب کی طرف ہے یعنی جس کسی سے بھی قیامت کے متعلق سوال کرو گے وہ اس سے بے خبر ہی ہوگا آخر کار جس پر جا کر بات ختم ہوگی اور جو بتا سکے گا وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے درمیان میں سب بے خبر ہوں گے۔ (موضح القرآن)

جیسے دوسری جگہ فرمایا: یَسۡـَٔلُوۡنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنۡہَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا عِلۡمُہَا عِنۡدَ اللّٰہِ "وہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں جیسے آپ اس کے بارے میں بخوبی واقف ہیں کہہ دیجیے کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہی ہے۔" (الاعراف:187)

اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرُ مَنۡ یَّخۡشٰىہَا ﴿۴۵﴾ کَاَنَّہُمۡ یَوۡمَ یَرَوۡنَہَا لَمۡ یَلۡبَثُوۡۤا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوۡ ضُحٰىہَا ﴿۴۶﴾

اس میں آپ ﷺ کے ذمے جو کام تھا وہ بتلایا گیا ہے کہ آپ کے ذمہ قیامت کی تاریخ مقررہ بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے ڈرانا ہے اور وہ کام آپ نے بدرجہ اتم کر دیا ہے۔ اب جس کے دل میں خیر ہوگی وہ اس دن کی ہولناکیوں سے ڈر جائے گا اور ان سے بچاؤ کے لیے زندگی بھر کوشاں رہے گا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بال برابر بھی کوتاہی نہ کرے گا اور جن بدبختوں نے دنیا ہی کو مطلوب ومقصود سمجھ لیا ہے اور ساری کی ساری توانائی اس پر صرف کر ڈالی ہے تو قیامت کا دن جو شدید بھی ہے اور مدید بھی ہے ان کو دنیا کے 60،70 سال ایسے معلوم ہوں گے جیسے دن کی ایک صبح یا شام ہو کیونکہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا تو اس کو دنیا کے 60،70 سال کے ساتھ تناسب نکالیں تو واقعی چند لمحات بنیں گے، مثال سمجھنے کے لیے اپنی گزشتہ زندگی پر نظر ڈال کر دیکھ لیں کہ کچھ عرصہ پہلے بچے تھے پھر گلیوں بازاروں میں گھوم رہے تھے تو اب قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے موت کے انتظار میں ہیں اور ماضی کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابھی کل کی بات ہے۔

پرچہ فہم قرآن کورس

وقت 20 مارچ 2018ء تک	ملاحظہ: تمام سوالات حل کریں تمام سوالات کے نشانات مساوی ہیں۔	کل نمبر: 100	پاس مارکس: 40

سوال نمبر ا۔ سورۃ النازعات کا تعارف اور ماقبل سورت سے ربط تحریر کریں۔

سوال نمبر ۲۔ اس سورت میں کتنی قسموں کا تذکرہ ہے، ہر ایک کی وضاحت کریں۔

سوال نمبر ۳۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے دربار میں جا کر توحید کی دعوت دینا اور فرعون کا انکار کر کے مقابلہ کرنا تحریر کریں اور حاصل ہونے والے اسباق بھی لکھیں۔

سوال نمبر ۴۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور قیامت کے واقع ہونے کے دلائل تحریر کریں۔

سوال نمبر ۵۔ آیت نمبر 34 تا 41 کا لفظی ترجمہ تحریر کریں۔

سوال نمبر ۶۔ مندرجہ ذیل قرآنی الفاظ کا اردو میں استعمال لکھیں۔

اَلْمُدَبِّرَاتِ ۔ خَاسِرَةٌ ۔ لَعِبْرَةً، متاعاً، مُنْتَهَاهَا

سوال نمبر ۷۔ مندرجہ ذیل صیغے حل کریں۔

وَاجِفَةٌ ۔ يَسْعَى ۔ طَغَى ۔ مُنْذِرُ ۔ لَمْ يَلْبَثُوا

سوال نمبر ۸۔ مندرجہ ذیل مشکل الفاظ کے معانی لکھیں۔

نَشْطًا ۔ السَّاهِرَةِ ۔ أَغْطَشَ ۔ مُرْسَاهَا ۔ عَشِيَّةً

سوال نمبر ۹۔ سورۃ النازعات میں ''ھَا'' ضمیر کتنی مرتبہ آئی ہے، تعداد لکھیں۔

سوال نمبر ۱۰۔ اس سورۂ مبارکہ سے حاصل ہونے والے پانچ سبق لکھیں۔

ملاحظہ: جو احباب فہم قرآن کورس میں اپنی رجسٹریشن کروا چکے ہیں، وہی اس سوالنامے کے تحت جوابات ارسال فرمائیں۔ اور جو احباب رجسٹریشن کروانا چاہتے ہیں وہ ادارہ سے رجوع فرما کر اس کورس کا حصہ بن سکتے ہیں۔

فہم قرآن کورس کے بارے میں آراء و تجاویز کا قارئین کرام کی طرف سے انتظار رہے گا

رجسٹریشن کیلئے نام مع ولدیت، مکمل پتہ، فون نمبر، ای میل ایڈریس اس ای میل پر یا بذریعہ ڈاک درج ذیل پتہ پر بھیجیں

+92 300 3943119 usva.jab@gmail.com +92 321 6977241